© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

قاعدہ ہے کہ کوئی نظام خواہ کتنا ہی عمدہ اور بہتر ہو۔ لیکن وہ بحیثیت مجموعی کسی سوسائٹی کو اس وقت تک پورے طور پر متاثر نہیں کرتا جب تک کہ سوسائٹی اس نظام کے مخالف و متضاد دوسرے نظاموں کا ایک مدتِ دراز تک عملی تجربہ کر کے شدید مضرات و نقصانات کے باعث خود ان نظاموں سے تنگ نہ آ چکی ہو۔ دنیا میں کتنی مختلف تہذیبیں پھیلیں۔ کیسے کیسے شاندار تمدنوں کی عمارتیں کھڑی کی گئیں۔ معیشت و معاشرت کے کیسے کیسے خوشنما قوانین وضع کئے گئے۔ دساتیرِ حکومت و سیاست کے کیسے کیسے عجیب و غریب اور مختلف قسم کے خاکے تیار ہوئے۔ انسانیت قرناً بعد قرنٍ انقلابوں اور اجتماعی تبدیلیوں سے گذرتی رہی۔ تمدنِ انسانی کے آسمان پر نئے نئے افکار و خیالات کے بادل آئے اور برس کر یا فقط گرج کر گذر گئے۔ ان ادوار میں انسانی سوسائٹی کا معمول برابر یہ رہا ہے کہ اس نے ایک نظام قبول کیا۔ کچھ زمانہ تک اس کا تجربہ کیا اور جب اس کے نقصانات ہلاکت آفریں ثابت ہوئے تو اُسے چھوڑ چھاٹ کوئی اور دوسرا نظام قبول کر لیا۔ پھر اس میں بھی قباحتیں اور مضرتیں نظر آئیں تو عقل و فکر سے بھیک مانگ کر ایک اور دستور و آئین بنا لیا اور ایک عرصہ تک تجربہ کرنے کے بعد انجام کار اس کو بھی خیرباد کہدیا۔

اب ذرا تھوڑی دیر کیلئے چشمِ تصور کو وا کر کے اس زمانہ کے عام انسانی اور تاریخی حالات کا جائزہ لو، جبکہ فاران کی چوٹی سے پہلی مرتبہ اسلام کا نعرۂ حق بلند ہوا۔ اور دنیا کے سامنے ایک جامع و مکمل اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فطری اور الہامی نظام اجتماع وتمدن پیش کیا گیا۔ اس نظام نے بہت جلد پرانے نظاموں کا خاتمہ کرکے رکھدیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ قیصر وکسریٰ کی قبائے شوکت وحشمت بھی تار تار ہو کر رہ گئی۔ اسلام کے اس حیرت انگیز عروج وارتقاء کے اسباب کا تجزیہ کیا جائے تو آپ کو ان میں ایک بڑا سبب یہ بھی ملیگا کہ درحقیقت اسلام کی دعوت کے وقت ایران اور روم میں جو اجتماعی نظام قائم تھا لوگ اس سے تنگ آچکے تھے غریب اور مزدور سرمایہ داروں کے زرخرید غلام خیال کئے جاتے تھے۔ اربابِ تموّل عیش پرستی میں مصروف تھے۔ طبقاتی تقسیم نے اخوت ومساوات کو یکقلم فنا کر دیا تھا۔ گندے اخلاق اور ناپاک عادات وخصائل نے سوسائٹی کے تمام جسم کو حد درجہ متعفن اور سقیم کر رکھا تھا، ان حالات سے تنگ آکر چند عیش پرست امیروں اور رئیسوں کو چھوڑ کر عام لوگوں کو جستجو تھی ایک ایسے نظام جدید کی جو اُن کی تمام مشکلات کو کامیابی کے ساتھ حل کردے۔ غرض یہ ہے کہ ان قوموں اور ملکوں میں تشنگی کامل درجہ کی پیدا ہوچکی تھی اور ان کی بے چین روحیں کسی ایسے سرچشمۂ زندگی کی تلاش میں سرگرداں تھیں جو اُن کو امن واطمینان اور عافیت وسکون سے بہرہ اندوز کرسکے۔ جب اسی عالمِ اضطراب وتشویش میں اُن کو اسلام کے آبِ حیات کا جامِ زرنگار پیش کیا گیا تو انھوں نے صدق دل سے اس کا خیر مقدم کیا، اور اُس کے ایک ایک قطرہ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا۔

پھر دنیا نے جتنا جتنا اس نظام کا تجربہ کیا اُس پر اس نظام کی خوبیاں زیادہ سے زیادہ واضح ہوتی گئیں اور جبتک یہ نظام اپنی اصلی شکل وصورت میں قائم رہا انسانی سوسائٹی ہر اعتبار سے بلند مرتبت اور ترقی یاب رہی علم وعمل، قانون واخلاق اور حکومت وسیاست میں جو رخنے پڑگئے تھے وہ سب ایک ایک کرکے بند ہوگئے اور حق یہ ہے کہ یہی وہ نظام اسلامی تھا جس نے انسان کو انسانیت کے حقیقی شرف ومجد سے روشناس کیا۔ اس نظام کی خوبی کی دلیل اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتی ہے کہ جن وحشی قوموں نے اسکو قبول کیا وہ عظیم الشان اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صالح تہذیب و تمدن کی مالک ہو گئیں۔ اور جن متمدن قوموں نے اس سے روگردانی کی وہ وحشت و بربریت کے قعرِ عظیم میں گر پڑیں موجودہ جنگ اس بات کا کھلا اعلان ہے کہ گذشتہ جنگِ عظیم کے بعد دنیا میں امن و امان قائم رکھنے اور ایک انٹرنیشنل تمدن کی بنیاد استوار کرنے کیلئے جو قوانین بنائے گئے اور جو تجاویز مرتب کی گئیں وہ سب بیکار ہیں، اور ان سے انسانیتِ عامہ کو تسلی و تشفی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اب مغربی تہذیب و تمدن کی برکات، صنعتی و حرفتی ترقیات اور نظامہائے حکومت کی فسوں کاریوں کا پردہ چاک ہو جانے کے بعد یہ حقیقت از خود روشن ہو گئی کہ گوناگوں مادی ترقیوں کے باوجود روحانی اور اخلاقی اعتبار سے انسانیت آج پھر ایسی ہی تشنہ کام ہے جیسی کہ وہ اسلام کی دعوتِ اولین کے وقت تھی۔ اور آج پھر وہ اپنی تشنگی سے مجبور ہو کر ایک ایسے ہی سرچشمہ کی تلاش میں سرگرداں ہے جو اُسے ان مصیبتوں سے نجات دیدے جن میں وہ اضطراری طور پر مبتلا کر دی گئی ہے۔

پس اگر اسلام کا قانونِ عدل و انصاف، اسکا نظامِ اخلاق و معاشرت اور دستورِ حکومت و سیاست دنیا کی تمام اجتماعی اور انفرادی بیماریوں کا مکمل علاج ہے اور کسی مخصوص زمانہ اور کسی خاص قوم کیلئے ہی نہیں بلکہ ہر زمانہ اور دنیا کی ہر قوم کیلئے ایک کامیاب ترین نسخۂ شفا ہے تو آج پھر اسکو بروئے کار آنا چاہیئے۔ مغرب کی قومیں شدتِ عطش سے تڑپ رہی ہیں۔ ضرورت ہے ایک ایسے ہاتھ کی جو اُن کے لبوں تک اسلام کے آبِ حیات کا جام پہنچا دے۔ اگر گاندھی جی میں یہ جرأت ہے کہ وہ یورپ کی متحارب قوموں کے سامنے پورے زور شور کے ساتھ اپنے عقیدۂ عدم تشدد کو بطور ایک نسخۂ کیمیا کے پیش کریں تو کیا مسلمان یہ نہیں کر سکتے کہ وہ اپنا نظام ایک موثر طریقہ پر دنیا کے سامنے پیش کر کے اسکو قبول کر لینے کی دعوتِ عام دیں۔ موجودہ جنگ کے ختم ہونے پر نئے نئے نظریئے پیدا ہوں گے اور انسانی تمدن کے لئے طرح طرح کے خاکے بنائے جائیں گے ایسے وقت میں اگر مسلمان اپنے نظام کو ایک دلکش اور جدید قالب میں پیش کر سکے تو بے شبہ نئی دنیا کا نظامِ تمدن بڑی حد تک اسلام کے زیرِ اثر آ سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com